''بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع'' کا فکری وفنی جائزہ

ڈاکٹر محمد عثمان☆

Abstract:

"Badae-ul-Sanae (بدائع الصنائع) by Al Kasani is a master piece among early books of Hanafi Fiqh. It was written in 5th century of Hijra by Abubakr bin Masud Alkasani, a renowned figure of Hanafi School of thought. It itself is a book, nor explanatory notes on another book. More than 10 hand written copies have been found in different libraries. It comprises on 64 chapters and seven volumes

It provides not only principles, but also familiarizes us with detail too. It is embellished with literary touch. It is replete with verses and metophors as a reference. Authenticity of Ahadith is observed by scholarly discussion on the chain of narrators as well as the text. Analytical approach of author has formulted the principles. Qiyas and Ijma have been also reffered to. Cross reference have been used for brevity. Artistic sequence distinguishes it from other books of Fiqh."

''بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع'' فقہ حنفی کی اولین کتب میں سے ایک شاہکار کتاب ہے جو سات جلدوں اور چونسٹھ کتب پر مشتمل ہے۔اس کو پانچویں صدی ہجری میں تصنیف کیا گیا۔اس کے مصنف علاء الدین ابوبکر بن مسعود بن احمد الکاسانی (م۵۸۷ھ) ہیں۔یہ کتاب مسائل واحکام کا مجموعہ ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک فقہ کی کتاب کا نام بدائع الصنائع کیوں رکھا گیا ہے۔دراصل بدائع الصنائع ایک ادبی اصطلاح ہے۔

بدائع سے مراد کلام کی محسنات لفظیہ ومعنویہ ہیں۔(۱)

☆ اسسٹنٹ پروفیسر اسلامیات گورنمنٹ کالج،اٹھارہ ہزاری، جھنگ

جبکہ صنائع سے مراد کسی چیز کو مزین کرنا اور کاریگری سے خوبصورت بنانا ہے۔[۲]

مؤلف نے بدائع الصنائع کی اصطلاح فصاحت و بلاغت، عجیب و غریب نکات اور اچھوتے مضامین کے لیے استعمال کی ہے۔اس کتاب میں فقہی مسائل و احکام کے بیان میں فصاحت و بلاغت کا التزام کیا گیا ہے۔ عام طور پر کتب فقہ میں ادبی رنگ نہیں پایا جاتا ہے اور اس میں فصاحت و بلاغت کے اظہار کی گنجائش نہیں ہوتی مگر بدائع الصنائع اس ضمن میں ایک منفرد مثال ہے کیونکہ اس کی زبان سادہ اور عام فہم ہونے کے علاوہ فصاحت اور بلاغت کے اعلیٰ معیار کی حامل بھی ہے۔

اپنی کتاب کے اس نام کے پس منظر کو واضح کرتے ہوئے مؤلف خود مقدمہ میں بیان کرتے ہیں:

> ''وقد كثر تصانيف مشايخنا فى هذا الفن قديماً وحديثاً، وكلهم أفادوا وأجادوا، غير أنهم لم يصرفوا العناية إلى الترتيب فى ذلك سوى أستاذى وارث السّنة، ومورثها الشيخ الإمام الزاهد علاء الدين، رئيس أهل السنة محمد بن أحمد بن أبى احمد السمرقندى رحمه الله تعالىٰ۔ فاقتديت به فاهتديت، إذ الغرض الأصلى والمقصود الكلى من التّصنيف فى كل فن من فنون العلم هو تيسير سبيل الوصول إلى المطلوب على الطالبين وتقريبه إلى أفهام المقتبسين، ولا يلتئم هذا المراد إلا بترتيب تقتضيه الصناعة، وتوجبه الحكمة، وهو التصفح عن أقسام المسائل وفصولها، وتخريجها على قواعدها وأصولها، ليكون أسرع فهماً، وأسهل ضبطًا، وأيسر حفظاً، فتكثر الفائدة، وتتوفر العائدة، فصرفت العناية إلى ذلك وجمعت فى كتابى هذا جملاً من الفقه مرتبة بالترتيب الصناعى، والتأليف الحكمى، الذى ترتضيه أرباب الصنعة، وتخضع له أهل الحكمة، مع إيراد الدلائل الجلية والنكت القوية بعبارات محكمة المبانى، مؤيدة المعانى، وسميته بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع''،[۳]

ہمارے مشائخ نے فقہ میں قدیم و جدید زمانے میں کثیر کتابیں لکھی ہیں، جن میں خوب داد تحقیق دی گئی ہے البتہ انہوں نے اس ضمن میں ترتیب کا زیادہ خیال نہیں رکھا۔ سوائے میرے استاد محترم کے، جو وارث و مورث سنت، شیخ، امام، زاہد علاؤالدین سرخیل اہل سنت محمد بن احمد بن ابی احمد السمر قندی رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ اس لیے میں نے ان کی اقتداء کی تو راہ پائی۔ اس لیے کہ ہر علم کی کتاب لکھنے کی غرض و غایت اور مقصود یہ ہوتا ہے کہ قاری پر اس تک پہنچنا آسان اور استفادہ کرنا سہل ہو۔ یہ مقصد اس وقت تک حاصل ہونا ممکن نہیں جب تک کتاب میں ایسی ترتیب ملحوظ خاطر نہ رکھی جائے جو صناعت اور حکمت کے عین مطابق ہو، یعنی یہ مسائل کی اقسام اور فصول پر خوب غور و فکر کرکے انہیں ان کے اصلی قواعد اور اصولوں

کے مطابق پیش کرنا تا کہ انہیں سمجھنا آسان، ذہن نشین کرنا سہل اور یاد کرنا ممکن ہو۔ نیز اس کا فائدہ اور نفع زیادہ ہو۔اس لیے میں نے اپنی توجہ اسی طرف مبذول کی اور میں نے تمام مسائل فقہ کو اجمالاً اپنی کتاب میں اسی صناعی ترتیب اور حکمی تالیف کے مطابق جمع کیا ہے جو ارباب صناعت اور اہل حکمت کی ترتیب کے عین مطابق ہے۔اس کے ساتھ محکم اور واضح عبارت میں بڑے بڑے دلائل اور قوی نکات بھی اضافہ کیے ہیں اور میں نے اپنی اس کتاب کا نام ''بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع'' رکھا ہے۔

کتاب کا یہ نام اس کی اچھوتی ترتیب اور عمدہ طرز استدلال و انداز بیان کی عکاسی کرتا ہے بلاشبہ ان کا یہ دعویٰ اسم با مسمیٰ ہے۔

ابوبکر بن مسعودؒ بن احمد الکاسانی (م ۵۸۷ھ) کا تعارف

صاحبِ کتاب کا پورا نام علاؤالدین ابوبکر بن مسعود بن احمد الکاسانی ہے۔[۴] علاؤالدین لقب ہے اور اصل نام ابوبکر بن مسعود بن احمد ہے۔[۵] الاعلام میں آپ کے نام کے ساتھ الکاسانی کی بجائے الکاشانی لکھا ہے۔[۶] الکاشانی درست نہیں ہے کیونکہ آپ کی نسبت ''کاسان'' کی طرف ہے۔[۷] یہ وسط ایشیا میں ترکستان کا ایک قصبہ ہے۔

الکاسانی نے علماء وفقہاء سے کسبِ فیض کیا مگر ان کی شخصیت کی علمی وفکری تربیت میں سب سے زیادہ اہم کردار ان کے شفیق استاد علاؤالدین السمرقندی نے ادا کیا۔اس لیے الکاسانی نے اپنے استاد محترم کا نام بدائع الصنائع کے خطبے میں بڑی عقیدت ومحبت کے ساتھ لکھا ہے۔

> ''استاذی وارث السنة و مورثها الشیخ الامام الزاهد علاؤالدین رئیس اهل السنة محمد بن احمد بن ابی احمد السمرقندی رحمة اللّٰه تعالیٰ''[۸]

میرے استاد، سنت کے وارث، الامام، زاہد، علاؤالدین، اہلِ سنت کے امام محمد بن احمد بن احمد سمرقندی ہیں۔السمرقندی الکاسانی کے استاد ومربی ہی نہیں بلکہ ان کے خسر بھی تھے، اس لیے ان سے خاص تعلق تھا۔

الکاسانی کے اساتذہ میں میمون النسفی المکحولی (۴۱۸ھ/ ۱۰۲۷ء۔ ۵۰۸ھ/ ۱۱۱۵ء)[۹] اور مجدالائمہ سرخکی (م ۵۱۸ھ/ ۱۱۲۴ء) بھی شامل ہیں۔[۱۰]

الکاسانی کی ازدواجی زندگی کو قدرت کی طرف سے ایک علمی معاونت قرار دیا جاسکتا ہے۔ الکاسانی اس اعتبار سے نہایت خوش قسمت تھے کہ انہیں جو شریک حیات ملی وہ نہایت عالمہ اور فاضلہ خاتون تھیں:

صاحب مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ نے انہیں نامور فقہا میں شمار کیا ہے:

> ''ومن فقهاء عصر الکاسانی زوجته (فاطمه بنت محمد) بن احمد بن ابی احمد السمرقندی مؤلف التحفة تفقهت علی ابیها وحفظت التحفة

وکانت تنقل المذھب نقلا جیدا وکانت ربما ترد فتوی زوجھا الکاسانی
الی الصواب وتعرفه وجه الخطاء فیرجع الی قولھا وکان زوجھا یحترمھا
ویکرمھا وکانت الفتوی اولا تخرج علیھا خطھا وخط ابیھا السمرقندی
ثم کانت تخرج بخطھما وخط زوجھا الکاسانی "(۱۱)

فاطمہ بنت محمد بن احمد السمر قندی بھی فقہاء میں سے تھیں۔ انہوں نے اپنے والد سے علم فقہ پڑھا اور اپنے والد کی کتاب تحفۃ (الفقہاء) کو زبانی یاد کیا وہ (اس درجے کی فقیہہ تھیں کہ) بعض اوقات اپنے خاوند الکاسانی کے فتویٰ میں غلطی پکڑ لیتیں اور اپنے خاوند کو اس غلطی پر مطلع کرتیں۔ الکاسانی اپنے قول سے ان کے قول کی طرف رجوع کر لیتے تھے، الکاسانی اس کا حد درجہ احترام و اکرام کرتے تھے۔ پہلے فتویٰ فاطمہ اور ان کے والد کے دستخطوں سے جاری ہوتا تھا۔ بعد میں اس کے اور الکاسانی کے دستخطوں سے جاری ہونے لگا۔

حصول علم کے بعد، مروّجہ دستور کے مطابق الکاسانی نے تدریس شروع کی اور بطور مدرس ان کی صلاحیتوں کے اصل جوہر مدرسہ حلاویہ، حلب میں کھلے جہاں انہیں السرخسی کی جگہ تعینات کیا گیا تھا۔ امام الکاسانی دربار قونیہ سے بطور سفیر دربار حلب میں پہنچے۔ سلطان نورالدین خود بھی دینی اور علمی ذہن رکھتا تھا اور علم و علماء کی عزت و حوصلہ افزائی کرتا تھا۔ اس لیے اس نے الکاسانی کی علمی قدر و منزلت کا اعتراف کیا اور ان سے حلب میں قیام کرنے اور مدرسہ الحلاویہ میں فرائض تدریس انجام دینے کی درخواست کی۔ الکاسانی نے اس اعزاز کو قبول کر لیا اور مدرسۃ الحلاویہ میں بطور مدرس فرائض تدریس انجام دینے شروع کر دیے۔ وہ تدریس میں کس حد تک کامیاب تھے۔ اس کا اندازہ الجواہر المضیہ کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے کہ فقہاء سجادہ بچھا کر ان کی آمد کے منتظر رہتے تھے۔(۱۲)

کسی اہل علم کا مکمل تذکرہ تصنیف و تالیف کے بغیر ممکن نہیں۔ الکاسانی اپنے وقت کے عظیم مصنف بھی تھے۔ انہوں نے زندگی کا بہت بڑا حصہ تصنیف و تالیف میں صرف کیا مگر ان کی صرف دو کتابوں کا ذکر ملتا ہے:

(۱) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع

یہ کتاب فقہ حنفی کی شاہکار کتاب ہے۔

(۲) السطان المبین فی اصول الدین (۱۳)

یہ کتاب "علم عقائد" سے متعلق ہے اور اس میں اسلام کے بنیادی عقائد و تصورات پر بحث کی گئی ہے۔

مخطوطات

بدائع الصنائع کے دس سے زیادہ قلمی نسخے مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں:

ان میں سے ایک نسخہ مطبع جمالیہ قاہرہ (مصر) میں ہے۔ اسی مؤخرالذکر قلمی نسخے سے اس کو مطبع جمالیہ (قاہرہ) نے سات جلدوں میں طبع کیا۔ ساتویں جلد کے اختتام پر یہ عبارت بھی درج ہے کہ:

''الحمد للّٰہ الذی وھب التوفیق لاتمام النصف من کتابہٖ الکتاب والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا محمد خیر من نطق بالصواب و علیٰ آلہٖ الطیبین الطاھرین الی یوم الحساب علی یدا ضعف العباد الفقیر المعترف بالذنب۔ عبد الله بن المرحوم الحاج عبدالرحیم''(۱۴)

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے اس کتاب کے نصف حصہ کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور درود وسلام محمد ﷺ پر جنہوں نے راست گفتاری سے کام لیا اور ان کی آل پر جو پاکیزہ ہیں۔ اللہ نے اس ضعیف بندے جسے اپنے گناہوں کا اعتراف ہے، عبداللہ بن مرحوم الحاج عبدالرحیم کو یہ کتاب لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نسخے کو عبداللہ بن عبدالرحیم نامی کاتب نے ۵ ذوالحجہ ۱۱۷۰ھ کو کتابت کیا تھا۔ اس اعتبار سے یہ نسخہ اپنی طباعت (۱۳۲۷/ ۱۳۲۸ھ) سے کم وبیش سوا دوسو سال پہلے کتابت کیا گیا تھا۔

تحفۃ الفقہاء کی ترتیب سے مطابقت

الکاسانی نے خود وضاحت کی ہے کہ جب انہوں نے اس کتاب کو لکھنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنے استاد کی کتاب تحفۃ الفقہاء کی ترتیب کو پیش نظر رکھا۔

وہ خود فرماتے ہیں کہ یہ وہ ترتیب ہے جس کا صناعت تقاضا کرتی ہے۔ صناعت سے مراد ایسا علم یا علم کی ایسی جزئیات ہیں جو مسلسل تجربے اور مشق سے حاصل ہوتی ہیں۔

الکاسانی نے بہترین ترتیب کو کتاب میں اختیار کیا ہے۔ آپ خود لکھتے ہیں:

''فصرفت العنایۃ إلی ذلك وجمعت فی کتابی ھذا جملاً من الفقه مرتبة بالترتیب الصناعی، والتألیف الحکمی، الذی ترتضیه أرباب الصنعة، وتخضع له أهل الحکمة''(۱۵)

میں نے اسی طرف توجہ مبذول کی اور میں نے فقہ کے تمام مسائل کو اپنی اس کتاب میں ''ترتیب صناعی اور تالیف حکمی'' سے اس طرح مرتب کیا ہے جسے اہل فن پسند کریں اور اہل حکمت اس کے سامنے جھک جائیں۔

اس شہادت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے ذہن میں اس کو مرتب کرتے وقت علم فقہ واصول فقہ کے قواعد کے علاوہ علم منطق اور علم فلسفہ (حکمت) کی ترتیب بھی تھی۔ اس لیے انہوں نے اس کی ترتیب وتالیف میں محض داخلی ترتیب کو ہی پیش نظر نہیں رکھا بلکہ خارجی ترتیب یعنی اس وقت کے مروجہ علوم

وفنون سے بھی استفادہ فرمایا ہے۔اسی لیے انہوں نے پیش لفظ میں اہل الصناعۃ کے ساتھ اہل الحکمۃ کا بھی اضافہ فرمایا ہے۔

مسائل کے تمام متعلقات کا ذکر

جس کتاب میں مسائل کے ساتھ تمام متعلقات کا ذکر ہو اس سے استفادہ کرنا آسان ہوتا ہے۔الکاسانی نے اپنی کتاب میں کوشش کی ہے کہ متفرق احکام ومسائل کو ایک ہی جگہ جمع فرما دیں تا کہ قاری کو اپنا مقصد حاصل کرنے میں آسانی اور سہولت ہو۔

توضیحی وتشریحی انداز بیان

اس کتاب کا انداز بیان توضیحی وتشریحی ہے جس سے مسائل واحکام خود بخود واضح ہو جاتے ہیں۔ مؤلف نے بدائع الصنائع سلیس اور رواں عبارت میں تصنیف فرمایا ہے جس کا بنیادی مقصد اپنے مافی الضمیر کو واضح اور بیان کرنا ہے۔قاری کو اس کتاب کو سمجھنے اور اس کا مطالعہ کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔انہوں نے عبارت میں نہ تو کہیں ابہام پیدا کیا ہے اور نہ ہی اغلاق واشکال۔قابل تحسین امر یہ ہے کہ بحث جتنی مشکل ہو،الکاسانی کا بیان اتنا ہی عام فہم اور سہل ہوتا ہے۔وہ الفاظ وکنایات کے ذریعے قاری کے ذہن کے بند دریچے کھولتے چلتے جاتے ہیں جس سے استفادے میں آسانی اور سہولت پیدا ہوتی ہے۔

اشعار وامثال کا استعمال

اگرچہ یہ فقہ کی کتاب ہے اور مسائل واحکام کا مجموعہ ہے مگر اس میں ادبی رنگ بھی نمایاں ہے۔اس کی واضح مثال اس کتاب کا مقدمہ ہے۔جو الفاظ کے انتخاب،معانی کی شوکت اور ان کی باہمی ترتیب وتالیف میں ایک ادبی شہ پارے سے کم نہیں۔اس کا ہر جملہ مربوط ومنظّم ہے۔اس میں نزاکت اور احساس کی گہرائی نمایاں ہے۔مؤلف کتاب میں جہاں بھی مختلف ائمہ اور ان کی آراء کا محاکمہ کرتے ہیں وہاں بھی ان کا انداز بیان بہت گہرا اور ادبی ہوتا جاتا ہے۔ایسے مواقع پر وہ برجستہ جملے،برمحل اشعار اور موزوں ضرب المثال سے اس بحث کی حلاوت میں مزید اضافہ کر دیتے ہیں۔

مثال کے طور پر ایک مقام پر وامسحوا برؤسکم کے اعراب پر بحث کرتے ہوئے حسب ذیل شعر کا حوالہ دیا ہے۔

معاوی انا بشرفا سجع
فلسنا بالجبال ولا الحدیدا(۱۶)

ایک اور مقام پر یہ شعر نقل کیا ہے کہ:

فھل انت ان متت اتانک راکب
الی البسطام بن قیس فخاطب(۱۷)

اسی طرح ایک مقام پر مشہور ضرب المثل ''حجر ضب خرب و ماشن بارد'' ۔(۱۸) ایک اور مقام پر ''وافق شن طبقہ'' شامل کی ہے جس سے اس کتاب کا ادبی اسلوب نمایاں ہے۔

معانی ومفاہیم کی وسعت

کم سے کم الفاظ میں زیادہ اور بہتر مفہوم بیان کرنا اس کتاب کی ایک نمایاں صفت ہے۔ایک اچھے فقیہہ کے ساتھ ساتھ کاسانی قادرالکلام انشاء پرداز ہیں۔ بلامبالغہ یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ اس کے ہر جملے میں الکاسانی نے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔جیسا کہ کتاب الطہارۃ کی ابتدائی سطور میں طہارت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

''فالطهارة لغة وشرعاً هی النظافة و التطهير التنظيف وهواثبات النظافة فی المحل وانها صفة تحدث ساعةً فساعة و انما يمتنع حدوثها بوجود ضدها وهوالقذر فاذا ازال القذراء امتنع حدوثه بازالة العين القذره تحدث النظافة مكان زوال القذر من باب زوال المانع من حدوث الطهارة لا يكون طهارة وانما سمی طهارة توسعاً لحدوث الطهارة عند زواله''(۱۹)

لغوی اور شرعی طور پر طہارت نظافت اور تطہیر کا نام ہے جو صحیح مقام پر صفائی کرنے سے عبارت ہے اور یہ ایسی بات ہے جو لحہ بہ لحہ پیدا ہوتی ہے۔اس کا ہونا فقط اسی وقت معدوم ہوتا ہے جب اس کی ضد یعنی گندگی پائی جائے۔ جب گندگی زائل ہو جائے اور گندگی دور کر کے اس کا وجود ختم کر دیا جائے تو صفائی خود بخود حاصل ہو جاتی ہے۔گندگی کو زائل کرنا اثبات طہارت کے مانع کو زائل کرنے کے مترادف ہے نہ کہ گندگی کا زائل کرنا ہی طہارت ہے اور اسے جو طہارت کہا جاتا ہے تو وہ اس کے وسیع مفہوم میں کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے زائل ہونے کے بعد ہی طہارت حاصل ہوتی ہے۔

یہ عبارت ظاہر کرتی ہے کہ یہ طہارت کی جامع اور مکمل تعریف ہے۔مؤلف نے نہایت جامع عبارت کے ذریعے اپنا نقطہ نظر بیان فرمایا ہے جس سے زیرنظر کتاب کی افادیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

جامع اسلوب

عام طور پر فقہی کتب کا اسلوب یہ ہے کہ فقہاء کے اقوال ایک حد تک ہی نقل کیے جاتے ہیں اور یہ حد عبور کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی ہے۔ یہ حد عام طور پر امام ابوحنیفہؒ ان کے تلامذہ اور چند دیگر شخصیات پر آ کر ختم ہو جاتی ہے۔

بدائع الصنائع ایک منفرد اسلوب کی حامل کتاب ہے۔مؤلف نے نہ صرف ائمہ کرام کے اقوال نقل فرمائے ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اپنے زمانے تک کے علماء وفقہاء کے اقوال اور ان کے مسالک کو بھی کتاب میں پیش کر کے ان کے اقوال وافکار کو دوام بخشا ہے۔ان میں سے بعض علماء وفقہاء

ایسے بھی ہیں جن کے حالات کسی بھی معاصر کتاب میں دستیاب نہیں ہیں مگر اپنے زمانے میں وہ بڑے فاضل سمجھے جاتے تھے۔ بدائع الصنائع اس پہلو سے بھی بے پناہ افادیت رکھتی ہے۔ اگر ایک طرف جمہور فقہاء ہوں اور دوسری طرف فقط ایک ہی غیر معروف فقیہہ۔ تب بھی مؤلف اس فقیہہ کی منفرد رائے کا ذکر کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر چہرے پر اگے ہوئے بالوں کے نیچے سے دھونے کے متعلق لکھتے ہیں:

''فوجب غسله قبل نبات الشعر فاذا نبت الشعر يسقط غسل ماتحته عند عامة العلماء وقال ابو عبدالله البلخى انه لا يسقط غسله وقال الشافعى ان كان الشعر كثيفا يسقط وان كان خفيفاً لا يسقط وجه قول ابى عبدالله''(٢٠)

بال اگنے سے قبل (مذکورہ) حصے کا دھونا ضروری ہے۔ اگر بال اگ جائیں تو اکثر علماء کے نزدیک ان کے نیچے سے دھونے کا حکم ساقط ہو جاتا ہے۔ مگر ابو عبداللہ البلخی کہتے ہیں کہ بال اگ آنے کے باوجود ان کے نیچے سے دھونے کا حکم ساقط نہ ہوگا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر تو چہرے (داڑھی) کے بال گھنے ہوں، تو ان کے نیچے سے دھونا ساقط ہو جائے گا ورنہ نہیں، ابو عبداللہ کی دلیل یہ ہے۔

الکاسانی نے اس مسئلہ میں ابو عبداللہ البلخی کی رائے نقل کی ہے۔ ابو عبداللہ البلخی تیسری صدی ہجری کے فقیہہ تھے مگر فقہاء کے حلقے میں بہت کم تعارف رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود امام الکاسانی نے ان کی رائے کو اہمیت دی ہے۔

راوی پر بحث

عام کتب فقہ میں امام، فقیہہ یا مجتہد کے اقوال کو بیان کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اس کی بجائے بدائع الصنائع میں روایت کے ساتھ راوی کا بھی تذکرہ شامل ہوتا ہے۔ بدائع الصنائع میں مذکور ہے۔

فقد روى ابن شجاع عن الحسن عن ابى حنيفه(٢١)

و ذكر الكرخى والطحاوى عن اصحابنا مقدار الناصية(٢٢)

رواۃ کے تذکرے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ کون سی روایت ثقہ اور قابل اعتماد ہے اور کون سی روایت قابل اعتماد نہیں ہے۔ جس سے مجتہد یا مفتی کو فیصلہ کرنے میں سہولت رہتی ہے۔ وہ ضرورت اور موقع و محل کے مطابق کسی ایک فقہی قول یا رائے کو منتخب کر سکتا ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ کون سا مسئلہ متفقہ ہے اور کون سے مسئلے میں اجتہاد کی گنجائش ہے۔

الفاظِ روایت کے بارے میں احتیاط

بدائع الصنائع میں یہ التزام نظر آتا ہے کہ مؤلف قول نقل کرتے ہوئے یہ بھی واضح فرماتے ہیں کہ کیا یہ قول مذکورہ امام سے صریح الفاظ میں منقول ہے یا محض ان کی کسی عبارت یا اصول سے اخذ کیا

گیا ہے۔

مثال کے طور استحبابی ولایت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

''وأما ولاية الندب والاستحباب فهي الولاية على الحرة البالغة العاقلة بكرا كانت أوثيبا فى قول أبى حنيفة وزفر وقول أبى يوسف الاول وفى قول محمد وأبى يوسف الآخر الولاية عليها ولاية مشتركة وعند الشافعى هى ولاية مشتركة أيضالافى العبادة فانها للمولى خاصة وشرط ثبوت هذه الولاية على أصل أصحابنا هو رضا المولى عليه لاغير عند الشافعى هذا وعبارة الولى أيضا''(٢٣)

حرہ، بالغہ، عاقلہ خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ، ولی کو استحباباً ولایت حاصل ہوتی ہے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ وامام زفرؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول اول ہے۔ امام محمدؒ کا قول یہ ہے اور یہی امام ابو یوسفؒ کا دوسرا قول ہے کہ مذکورۃ الصدر لڑکی پر ولی کو ولایت مشترکہ حاصل ہوتی ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک بھی ولایت مشترکہ حاصل ہوتی ہے۔لیکن عبارت نکاح میں اشتراک نہیں ہے۔الفاظ نکاح کی تعبیر اور ادائیگی صرف ولی کا حق ہے۔اس ولایت کے ثبوت کی شرط احناف کی اصل کے مطابق صرف مولیٰ علیہ کی رضا ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مولیٰ علیہ کی رضا کے ساتھ ولی کی اجازت بھی شرط ہے۔

یہ عبارت معلومات میں اضافہ کے ساتھ مسئلہ کی اصل نوعیت کو بھی ظاہر کرتی ہے۔اسی طرح ایک دوسرے مقام پر ہے:

''وأما بيان أدنى المقدار الذى يصلح مهرا فأدناه عشرة دراهم أو ماقيمته عشرة دراهم وهذا عندنا وعند الشافعى المهر غير مقدر يستوى فيه القليل والكثير وتصلح الدائق والحبة مهرا''(٢٤)

کم از کم مہر دس درہم یا اس کے مساوی مالیت کی کوئی چیز ہونی چاہیے۔ یہ احناف کے نزدیک ہے۔امام شافعیؒ کے نزدیک مہر کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے۔کوئی بھی چیز قلیل ہو یا کثیر، مہر میں دی جاسکتی ہے، حتیٰ کہ دانق اور حبہ بھی مہر بن سکتے ہیں۔

یہ تفصیل ظاہر کرتی ہے کہ مؤلف نے فقہ اور مسالک فقہ کا سطحی سا مطالعہ پیش نہیں کیا بلکہ اس میں گہرائی پیدا کر کے حقیقت کا اصلی رخ دکھانے کی کوشش کی ہے۔اس طرح ان کی کتاب سے ظاہر ہوتا ہے کہ فقہاء کرام کا ظاہر مسلک کیا ہے۔ان کی کتابوں کی عبارت سے اخذ شدہ روایت کونسی ہے اور ان کے کسی اصول سے مستنبط قول کونسا ہے۔

اجتہادی بصیرت کا اظہار

اجتہادی بصیرت ایک فقیہہ کی شان امتیاز ہوتی ہے۔فقہ کی کتب عام طور پر مسائل واحکام کے بیان تک محدود ہوتی ہیں۔بعض اوقات ان احکام سے متعلقہ اختلافی اقوال کو نقل کیا جاتا ہے جب کہ

اصولی بحث عام طور پر کتب اصول فقہ تک محدود رہتی ہے۔ بدائع الصنائع کا انداز بیان اس سے مختلف ہے وہ عموماً جزوی بحث کے ساتھ ساتھ اصولی بحث بھی کرتے ہیں جس سے اصول فقہ کے عمومی قواعد کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ہر امام کا بنیادی اصول کیا ہے۔ اس اسلوب بیان سے مسائل میں اختلاف کے ساتھ ساتھ اصولی موقف کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے۔

انعقاد نکاح سے متعلق اختلافی اقوال بیان کرتے ہوئے الکاسانی لکھتے ہیں:

''لو قالت امرأة بحضرة شاهدين زوجت نفسي من فلان وهو غائب فبلغه الخبر فقال قبلت أوقال رجل بحضرة شاهدين تزوجت فلانة وهي غائبة فبلغها الخبر فقالت زوجت نفسي منه لم يجز وان كان القبول بحضرة ذينك الشاهدين وهذا قول أبي حنيفة و محمد وقال أبو يوسف ينعقد ويتوقف على اجازة الغائب''(۲۵)

اگر کسی عورت نے دو گواہوں کی موجودگی میں یہ کہا کہ ''میں نے اپنے آپ کو فلاں کے نکاح میں دیا'' اور وہ شخص وہاں موجود نہیں تھا۔ پھر اسے خبر پہنچی تو اس نے کہا ''میں نے قبول کیا'' یا کسی مرد نے دو گواہوں کی موجودگی میں کہا ''میں نے فلانہ کو اپنے نکاح میں لیا'' وہ عورت وہاں موجود نہیں تھی' جب اسے خبر پہنچی تو اس نے کہا ''میں نے اسے قبول کیا'' تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ اگر چہ قبول انہی گواہوں کے سامنے ہو۔ جن کی موجودگی میں ایجاب ہوا تھا۔ یہ امام ابوحنیفہؒ وامام محمدؒ کا قول ہے۔ اور امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ نکاح منعقد تو ہو جائے گا لیکن غائب کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

الکاسانی ولایت کے متعلق اختلافی بحث کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

''اذا اجتمع الاب والجد في الصغير والصغيرة والمجنون الكبير والمجنونة الكبيرة فالاب أولى من الجد أب الاب لوجود العصوبة والقرب والجد أب الاب وان علا أولى من الاخ لاب وأم والاخ أولى من العم هكذا وعند أبي يوسف و محمد الجد والاخ سواء كما في الميراث فان الاخ لا يرث مع الجد عنده فكان بمنزلة الاجنبي و عند هما يشتركان في الميراث''(۲۶)

نابالغ بچہ اور بچی، بالغ مجنون اور مجنونہ اولیاء میں اگر باپ اور دادا دونوں موجود ہوں تو دادا کی نسبت باپ نکاح کرانے کی زیادہ ولایت رکھتا ہے کیونکہ باپ میں عصوبت اور قرابت دونوں شرطیں پائی جاتی ہیں اور دادا، پردادا۔ اسی طرح سلسلہ ابوت کا اوپر کا کوئی بھی فرد حقیقی بھائی کی نسبت نکاح کرانے کا زیادہ حقدار ہے اور حقیقی بھائی چچا سے اولیٰ ہے۔ صاحبینؒ کے نزدیک دادا اور بھائی ولایت میں برابر ہیں جیسا کہ میراث میں برابر ہوتے ہیں۔

مؤلف نے ہر جگہ یہی کوشش کی ہے کہ قاری کو مسائل کی مکمل معرفت اور پہچان حاصل ہو سکے۔

قرآنی آیات کا حوالہ

قرآنِ مجید اصل الاصول ہے اور فقہ کا پہلا ماخذ ہے جو بنیادی قواعد کلیہ فراہم کرتا ہے۔ الکاسانی نے اسے ہر جگہ سرفہرست ہی رکھا ہے اور اس کے استدلال کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ اسی لیے سب سے پہلے مؤلف قرآن مجید کی آیات سے مسالکِ فقہ کا استدلال بیان فرماتے ہیں جس سے اس بیان کو بھی تقویت ملتی ہے کہ قرآن مجید کے باقاعدہ حافظ تھے۔

وضو میں پانی کے استعمال کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے کرتے ہیں:

'' وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا ''(۲۷)

(اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے جماع کیا ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمّم کیا کرو۔)

احادیث کا استعمال

حدیث، قرآن کی شرح اور فقہ کا دوسرا بنیادی ماخذ ہے۔ الکاسانی قرآن مجید کے بعد احادیث نبویہ سے استدلال کو اہمیت دیتے ہیں۔ احادیث، اقوال صحابہ اور اقوال تابعین کا ذخیرہ بدائع الصنائع میں فراہم کر دیا گیا ہے۔

حق مہر کی بحث میں حدیث سے استدلال کیا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے:

''لا مهر اقل من عشرة دراهم''(۲۸)

(دس درہم سے کم مہر نہیں ہوتا۔)

صحت حدیث پر بحث

الکاسانی نے صرف احادیث کو نقل نہیں کیا ہے بلکہ ان کے ساتھ مختصر اور جامع تنقیدات بھی کی گئی ہیں تا کہ حدیث کی صحت کا علم ہو سکے۔ متن وسند حدیث پر نقد وتبصرہ میں اس کی وضاحت فرماتے ہیں کہ کونسی حدیث متواتر، مرفوع، مشہور، عزیز یا خبر واحد وغیرہ ہے۔ کس حدیث کو صحیح یا حسن اور کس کو ضعیف، مجروح یا شاذ قرار دیا جاتا ہے اور پھر ہر جگہ اس بحث سے مفید مطالب اخذ کیے گئے ہیں۔

مثال کے طور پر نبیذ تمر سے وضو کے جائز ہونے پر مشتمل حدیث پر نقد وتبصرہ درج ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

''انه من اخبار الآحاد ورد على مخالفة الكتاب و من شرط ثبوت خبر الواحد ان لا يخالف الكتاب۔ فاذا خالف لم يثبت''(۲۹)

یہ روایت خبر واحد ہے جو نص قران کے مخالف واقع ہوئی ہے۔ جبکہ خبر واحد کو اس شرط پر ثابت

شدہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ قرآن مجید کی کسی آیت کے مخالف نہ ہو۔ اگر کوئی خبر واحد مخالف قرآن ہو تو وہ ثابت ہی نہیں ہوتی ہے۔

اجماع اور قیاس کا استعمال

قرآن وسنت کے بعد فقہ کا تیسرا ماخذ اجماع اور چوتھا قیاس ہے۔ بدائع الصنائع میں ان کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔

باکرہ کے نکاح کے لیے قولی اور فعلی رضا کے ساتھ، سکوت کے بارے میں علامہ کاسانی فرماتے ہیں۔

''والقیاس ان لا یکون سکوتھا رضا ''(۳۰)

(قیاس یہ ہے کہ خاموشی کو رضا تصور نہ کیا جائے۔)

منفرد اسلوب بیان

الکاسانی کے اسلوب میں انفرادیت پائی جاتی ہے۔ وہ سب سے پہلے زیر بحث موضوع کا خلاصہ پیش کرتے ہیں اور پھر ترتیب وار مسائل بیان کرتے ہیں۔ پھر ہر مسئلہ کے متعلقہ اقوال اور مسالک کو بیان کرتے ہیں۔ پھر اختیار کردہ ترتیب سے مذکورہ اقوال یا مسالک کے دلائل بیان فرماتے ہیں اور سب سے آخر میں اپنے مختار قول یا مختار مسلک کو بیان کرتے ہیں اور پھر اس کے دفاع میں دلائل کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اگر مخالفین نے الکاسانی کے مختار قول پر کوئی اعتراض کیا ہو تو اس کی تردید بھی ضروری بیان کرتے ہیں۔ اس ترتیب و تفصیل کے بعد زیر بحث مسئلہ کی نوعیت مکمل واضح ہو جاتی ہے۔ عام طور پر سب سے آخر میں ذکر کیا جانے والا قول، امام ابوحنیفہؒ کا ہوتا ہے کیونکہ الکاسانی حنفی فقہا میں سے ہیں۔

ایجاز واختصار

الکاسانی نے اپنی عمیق و دقیق جامع کتاب میں ایجاز واختصار کا اہتمام بھی کیا ہے۔ الکاسانی نے کتاب میں اندرونی حوالے (Cross References) بھی بکثرت دیئے ہیں جن کا مقصد کتاب میں ایجاز واختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے قاری کی توجہ سابقہ یا آئندہ مباحث کی طرف دلانا ہے۔ جب وہ کسی آیت کی طرف توجہ دلاتے ہیں تو فرماتے ہیں:

''بماتلونا'' جو آیت ہم اوپر بیان کر آئے ہیں

''بماروینا'' جو روایت ہم اوپر نقل کر آئے ہیں

''فیماذکرنا ولمابیننا''(۳۱) جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں

اور ماقلنا کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ تاہم بعض مقامات پر فیماذکرنا، مابینا اور ماقلنا سے مراد کسی قول کا مکمل استدلال بھی ہوتا ہے جس میں قرآن وسنت اور عقلی تینوں طرح کے عقلی

دلائل شامل ہوتے ہیں۔

الفقہ فیہ

مؤلف کسی جگہ ''الفقه فيه''(٣٢) لکھتے ہیں اوراس سے عقلی وفکری استدلال مراد لیتے ہیں۔

مختلف کتب کا ذکر

مؤلف نے اپنے موقف کی تائید میں کتاب کے مختلف مقامات پر الاصل، ظاہر الروایۃ اور کتب النوادر کے حوالہ جات دیئے ہیں۔ بدائع الصنائع میں مذکور ہے۔

''أن المراد من الدرهم الكبير من حيث العرض والمساحة أومن حيث الوزن وذكر فى النوادر الدرهم الكبير ما يكون عرض الكف''(٣٣)

ایک درہم سے مراداس کی چوڑائی، لمبائی یااس کا وزن ہے۔ البتہ النوادر میں یہ مذکور ہے کہ درہم اندازاً ہتھیلی کے اندرونی ہموار حصے کے مساوی ہوتا ہے۔

الآثاراورامالی کا ذکر

الکاسانی نے بدائع الصنائع میں بعض مسائل کے حوالہ جات میں آثار کا ذکر کیا ہے۔(٣٤) اس سے امام محمد کی کتاب الآثار مراد ہے جس میں امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی روایات کو جمع کر دیا ہے اوران کو فقہی ابواب کے طور پر مرتب کیا ہے۔ بدائع الصنائع میں امام محمدؒ کی الامالی کا بھی بکثرت ذکر آیا ہے۔ اس سے مرادوہ کتاب ہے جسے امام ابو یوسفؒ نے اپنے شاگردوں کو املاء کروایا تھا۔

مسلک اورروایت کی صراحت

عربی متن میں عنداورعن کا استعمال حدیث وفقہ کی کتب میں بکثرت ہوتا ہے۔ بعض مقامات پر الکاسانی لفظ عنداستعمال فرماتے ہیں (مثلاً عندابی یوسفؒ، عند محمدؒ) اس سے مرادفقہاء کا مسلک ہوتا ہے جب کہ (عن ابی حنیفہؒ عن ابی یوسفؒ)(٣٥) سے مرادان فقہاء کی کوئی ایک روایت ہوتی ہے۔

عدم تیقن کا اشارہ

جن مسائل واحکام میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ وہاں آخر میں واللہ اعلم۔ اوراللہ سب سے زیادہ جاننے والے ہیں کا استعمال ایک متداول طریقہ رہا ہے۔ الکاسانی اپنی بحث کے اختتام پر ''والله اعلم''(٣٦) کا جملہ لکھتے ہیں۔ اس سے عموماً اس قول یا روایت کی کمزوری وضعف کی جانب یااس کے بارے میں عدم تیقن کا اشارہ مقصود ہوتا ہے۔ علامہ کاسانی نے بھی اس انداز کو اختیار کیا ہے۔ اسی طرح جس قول کو آپ قیل (کہا جاتا ہے یا ایک قول یہ ہے) کے ساتھ بیان کریں۔ اس سے بھی اس قول کا ضعیف ہونا مرادلیا جاتا ہے۔

حاصل بحث

یہ پوری تفصیل اس بات کی غماز ہے کہ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع فقہ حنفی کی ایک بنیادی کتاب ہے۔ یہ ایک مستقل تصنیف ہے۔ فقہ کے اصول و جزئیات کا بہترین مجموعہ ہے۔ اس کی حسن ترتیب و تنظیم اس کو باقی کتب فقہ سے ممتاز کرتی ہے۔ یہ فصاحت و بلاغت کا خوبصورت امتزاج ہے۔ اس کا انداز بیان توضیحی و تشریحی ہے۔ اس میں فکر و نظر کی وسعت پائی جاتی ہے۔ مختلف فقہی مسالک کی آراء نے اس کتاب کو فقہ کا موسوعہ بنا دیا ہے۔ مؤلف کی اجتہادی بصیرت نے اس کتاب کو عمیق و دقیق بنا دیا ہے۔ ماخذ شریعہ کا استعمال، قرآنی آیات کے حوالہ جات اور جرح و نقد کے ساتھ احادیث کے استعمال نے اس کتاب کو منفرد اسلوب کی حامل کتاب بنا دیا ہے۔ فقہ میں مہارت کے حصول کے لیے اس کتاب کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

حوالہ جات

۱۔ لویس معلوف، المنجد، دارالمشرق، بیروت: ۱۹۷۳ء، ص۲۹
۲۔ ایضاً ص ۴۳۷
۳۔ الکاسانی، ابوبکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، مکتبہ رشیدیہ پاکستان، کوئٹہ: ۱/۲
۴۔ عبدالقادر ابن ابی الوفاء، الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، بمطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدر آباد الدکن: ۱۳۳۲ھ، ۲/۲۴۴
۵۔ الزرکلی، خیر الدین، الاعلام، داراحیاء التراث العربی، بیروت: ۲/۷۰
۶۔ ایضاً، ۲/۷۰
۷۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور: ۱۷/۱۵
۸۔ الکاسانی، ابوبکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۱/۲
۹۔ جہلمی، فقیر محمد، حدائق الحنفیہ، مکتبہ حسن، اردو بازار، لاہور: ص ۲۵٦
۱۰۔ ایضاً ص ۲۵٦
۱۱۔ بطاش کبریٰ، احمد بن مصطفیٰ، مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ، مطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد، دکن: ۲/۱۳٦
۱۲۔ عبدالقادر ابن ابی الوفاء، الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، ۲/۲۴۵
۱۳۔ الزرکلی، خیر الدین، الاعلام، دارالعلم، بیروت: ۲/۷۰
۱۴۔ ایضاً، ۷/۳۹٦
۱۵۔ ایضاً، ۱/۳
۱٦۔ ایضاً، ۲/۳۴۳
۱۷۔ ایضاً، ۱/٦
۱۸۔ ایضاً، ۱/٦
۱۹۔ ایضاً، ۱/٦
۲۰۔ ایضاً، ۱/۳
۲۱۔ ایضاً، ۱/۳
۲۲۔ ایضاً، ۱/۳
۲۳۔ ایضاً، ۲/۲۴۷
۲۴۔ ایضاً، ۲/۲۷٦
۲۵۔ ایضاً، ۲/۲۳۳
۲٦۔ ایضاً، ۲/۲۵۰
۲۷۔ المائدہ: ٦
۲۸۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، باب ماجاء فی مھور النساء، کراچی: ۱۹۸۸ء، ۱/۲۱۱
۲۹۔ الکاسانی، ابوبکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۱/۱٦
۳۰۔ ایضاً، ۲/۲۴۲
۳۱۔ ایضاً، ۱/٦۵
۳۲۔ ایضاً، ۱/۱۳
۳۳۔ ایضاً، ۱/٦۲
۳۴۔ ایضاً، ۱/۷۳
۳۵۔ ایضاً، ۱/۳۴
۳٦۔ ایضاً، ۱/۱۲۷